وراثت و وصیت کے بعض مسائل

شہزاد اقبال شام

دولت کے ارتکاز کو ممکنہ حد تک کم کرنے کے لئے اسلام نے کئی ذرائع وضع کئے ہیں۔ انہی میں سے ایک ذریعہ "وراثت" ہے۔ کسی شخص نے اپنی زندگی میں کتنی ہی دولت کیوں نہ کمائی ہو' اور اس دولت کو کتنا ہی سینت سینت کر کیوں نہ رکھا ہو' اس کے مرتے ہی سب کچھ اس کے وارثوں کی ملکیت قرار پاتا ہے۔ ورثاء میں بیوی اور اولاد ہی نہیں' ماں باپ بھی ہوتے ہیں۔ بعض حالات میں بھائی بہن بھی وراثت میں سے اپنا حصہ حاصل کرتے ہیں' اور بعض حالات میں تو پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں تک حصہ دار بن جاتے ہیں۔ یہ سلسلہ میت کی حالت بدلنے سے بھیجے بھتیجوں سے ہوتا ہوا بسا اوقات دور کے اعزہ و اقرباء تک جا پہنچتا ہے۔

معاشرتی اونچ نیچ ایک حقیقت ہے جس سے انکار ممکن نہیں ہے' چنانچہ ہر مال دار مرنے والے شخص کے ورثاء میں مال دار اور آسودہ حال ہی نہیں' مفلس اور قلاش بھی ہو سکتے ہیں جو مرنے والے کے ترکے سے اپنی مفلسی یا امارت کی نسبت سے نہیں بلکہ میت کے ساتھ رشتے کے اعتبار سے حصہ وصول کرتے ہیں۔ اس طرح اسلام کے نظام وراثت کے تحت ہر شخص خود کمانے کے علاوہ دوسروں کے مرنے پر بھی کچھ نہ کچھ حاصل کرتا ہے۔ یوں مفلس کا افلاس دور ہوتا ہے' آسودہ حال بہتر انداز میں زندگی گزارتا ہے اور صاحب ثروت کے اثاثوں میں مزید اضافہ ہوتا ہے' یہ سب افراد اپنا مال و دولت اپنی زندگی میں استعمال کرنے کے حق دار ہیں' ان کی موت کے بعد یہ سلسلہ ایک بار پھر شروع ہو جاتا ہے اور یوں مال و دولت کی تقسیم کا عمل مسلسل جاری رہتا ہے۔

اسلام میں تقسیم دولت کے اور بھی کئی ذرائع ہیں لیکن ان میں سے بیشتر اختیاری ہیں۔ جیسے ایک ذریعہ زکوٰۃ ہے۔ لیکن زکوٰۃ کی صورت میں مال کا مالک اپنے مال پر تصرف کے کلی اختیارات رکھتا ہے۔ چنانچہ وہ اموال باطنہ پر زکوٰۃ ادا کرے یا نہ کرے' یہ اس کا اور اللہ کا معاملہ ہے۔ اسی طرح خیرات بھی مکمل اختیاری طریقہ ہے جس میں مفلس مال دار سے کچھ مانگ تو سکتا ہے' اسے دینے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ لیکن وراثت ارتکاز دولت ختم کرنے کا وہ موثر ذریعہ ہے جس میں مال کے حق دار ایک فریق کے طور پر "قانوناً" اپنا حق وصول کرتے ہیں۔ وراثت میں میت کا رشتہ دار اپنے نسبتی حصہ کا مالک بن جاتا ہے صرف اسے قبضہ دلانا باقی ہوتا ہے۔

اسلام نے جن ورثاء کے حصے مقرر کر دیئے ہیں ان کے حق میں میت کا اپنی زندگی میں مزید وصیت کرنا ناجائز ہے تاکہ دولت کی تقسیم منصفانہ ہو اور کوئی شخص اپنی اولاد یا دوسرے عزیز رشتہ داروں کے حق میں وصیت کر کے باقی حق داروں کو ان کے حصے سے محروم نہ کر سکے۔

کتاب وسنت سے اخذ کردہ احکام، فقہی ادارہ سے جانتے ہیں

علم وراثت کی اہمیت

وراثت کا تعلق اسلام کے ان احکام سے ہے جو قرآن و سنت میں وضاحت کے ساتھ آتے ہیں۔ وراثت اصولی معاملہ ہے اس لئے اس کے احکام بھی صریح ہیں۔ اس مسئلہ کا تعلق اجتہاد سے نہیں ہے' اگرچہ جزوی مسائل میں اجتہاد بھی ہو سکتا ہے۔ وراثت کی اہمیت کے لئے یہی کہنا کافی ہے کہ ورثاء کے حصے اور بعض احکام قرآن میں تفصیل کے ساتھ وارد ہوئے ہیں۔

علم وراثت کو علم الفرائض بھی کہتے ہیں' علم الفرائض سے مراد فرائض کا علم ہے۔ چونکہ میت کے ورثاء کے حصے اللہ نے خود مقرر کر دیئے ہیں جن کا ادا کرنا فرض ہے اس لئے اسے فرائض کا علم کہا جاتا ہے۔ یہ علم بے حد اہم اور پیچیدہ ہے۔ اس علم کی اہمیت محض عقلی نہیں بلکہ نصوص سے بھی ثابت ہے کہ اس علم کے سیکھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تعلموا الفرائض والقرآن وعلموا الناس فانی مقبوض (۱)

فرائض اور قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ اس لئے کہ میں وفات پانے والا ہوں۔

اس حدیث میں علم میراث کی اہمیت بہت اچھی طرح بیان ہوئی ہے کیونکہ اس علم کا ذکر قرآن کے ساتھ آیا ہے' گویا دونوں کا سیکھنا یکساں اہم ہے۔ ایک دوسری حدیث میں تو اس کو علم کا نصف قرار دیا۔ جملہ علوم ایک طرف ہوں تو اکیلا علم میراث ہی ان کے حجم کے مساوی ہے۔ رسول اللہ نے یہ تنبیہ بھی فرمائی کہ میری امت سے یہی علم سب سے پہلے چھینا جائے گا۔ فرمان نبوی ہے۔

تعلموا الفرائض وعلموها فانه نصف العلم وهو ينسى وهو اول شى ينزع من امتى (۲)

فرائض کا علم سیکھو اور سکھلاؤ کیونکہ یہ علم کا آدھا حصہ ہے اور یہ علم بھلا دیا جائے گا اور سب سے پہلے میری امت سے چھین لیا جائے گا۔

ان دونوں احادیث میں علم میراث کی اہمیت واضح ہے۔ غور کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ اس علم کا تعلق بنیادی اسلامی معاشرت سے ہے۔ یہ علم معاش کے بہت سے گوشوں کا احاطہ بھی کرتا ہے۔ یہی وہ علم ہے جو انسانوں میں محبت اور انس پیدا کرنے کا باعث ہے۔ اسی کے ذریعے انسانی تعلقات کی اہمیت واضح ہوتی ہے اور رشتہ داروں کے تعلقات مضبوط ہوتے ہیں۔ کسی شخص کے مال کو اس کی زندگی سے نکال دیجئے یا یہ فرض کیجئے کہ مرنے کے بعد اس کے مال و دولت سرکاری خزانے میں جمع کرا دیئے جائیں گے' تب اس کے رشتہ داروں کا رویہ اس کے ساتھ ایک دوسرے انداز میں سامنے آتا ہے۔ کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ انسانی تعلقات محض مال پر مبنی ہوتے ہیں لیکن یہ کہنا بھی غلط نہیں ہے کہ ان تعلقات کو استوار کرنے میں مال یقیناً اہم کردار ادا کرتا ہے۔

ذرا اپنی عدالتوں میں دائر کئے جانے والے مقدمات کا جائزہ لیجئے۔ ان میں اچھا خاصا تناسب علم میراث اور اس

کے متعلقات کا ہے۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ یہ علم امت محمدیہ میں سے اگر اٹھ نہیں چکا تو اس پر بڑی حد تک عمل نہیں کیا جا رہا۔ اس علم کے احکام پر تمام جزئیات کے ساتھ عمل درآمد ہونا شروع ہو جائے تو بہت سے دوسرے مقدمات خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ وراثت و وصیت کے احکام اس قدر تفصیل طلب ہیں کہ یہاں ان سب کا احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا اس باب میں صرف وہی امور زیر بحث لائے گئے ہیں جو بہت ضروری ہیں' وراثت سے متعلق وصیت کے احکام کا ذکر بھی ضروری ہے۔ لہٰذا آئندہ سطور میں وراثت کے چند ضروری مباحث بیان کئے جا رہے ہیں جن کے بعد وصیت کے بعض اہم احکام بیان کئے جائیں گے۔

اسلامی شریعت میں وراثت

وراثت کے احکام سورہ نساء کی آیت ۷ تا ۱۴ بصراحت وارد ہوئے ہیں ان آیات میں کہیں تو اللہ تعالیٰ نے محکم انداز میں حکم دیا ہے جیسے:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ (نساء' ۴:۷)

مردوں کے لئے اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہو

کہیں موقع کی مناسبت سے ترغیب کا اسلوب اختیار کیا ہے جیسے یتیم اور مسکین کے ساتھ بھلے مانسوں کا سا سلوک کرنے کی تلقین کی اور فرمایا کہ میت کے ترکے سے کچھ انہیں بھی دے دیا جائے۔ کہیں تربیت کی غرض سے لوگوں کو ڈرایا کہ وہ اپنے بارے میں سوچیں کہ اگر وہ بھی بے آسرا اولاد چھوڑ جاتے تو مرتے وقت انہیں اپنی اولاد کے بارے میں کیا کیا اندیشے لاحق ہوتے (آیت ۹-۱۰)

لیکن جہاں تک ترکے کے احکام کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں اللہ نے "یوصیکم الله .... الخ (اللہ تمہیں ہدایت کرتا ہے۔)" کی ترکیب استعمال کر کے لوگوں کے اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا تاکہ وہ ان حصہ داروں کے حصوں میں نہ تو کمی بیشی کر سکیں اور نہ حصہ داروں کی فہرست میں کوئی اضافہ ان کے لئے ممکن ہو۔

اس طرح کتب حدیث میں بھی وراثت کے بارے میں رسول اللہ کے بہت سے ارشادات ملتے ہیں۔ یہاں پر چونکہ تفصیلی احکام کا بیان مقصود نہیں ہے اس لئے ان احادیث کا ذکر نہیں کیا جا رہا۔ تفصیل جاننے کے لئے صحاح ستہ میں سے علم الفرائض کے ابواب دیکھے جا سکتے ہیں۔

وراثت کے ارکان

قرآن و سنت کے مطالعہ اور گہرے غور و خوض کے بعد فقہاء نے وراثت کے تین ارکان قرار دیئے ہیں جن کے بغیر وراثت کا وجود ثابت نہیں ہوتا۔ یہ تینوں ارکان ضروری ہیں۔ ایک کی کمی بھی وراثت کے عمل کو متاثر کرتی ہے۔ یہ تین ارکان مندرجہ ذیل ہیں۔

☆☆☆☆ اتحاد امت وقت کی اہم ضرورت ہے ☆☆☆☆

۱۔ مورث: مورث وہ شخص ہے جس کی موت کے بعد اس کا ترکہ ورثاء میں تقسیم ہوتا ہے۔ اسے میت بھی کہا جاسکتا ہے۔

۲۔ وارث: وارث عربی لفظ "ارث" سے نکلا ہے جس کے معنی باقی رہ جانے والا ہیں۔ مورث کے بعد چونکہ وارث باقی رہتا ہے اس لئے اسے وارث کہا جاتا ہے۔ میت کے ترکہ میں اس کا حصہ ہوتا ہے۔

۳۔ ترکہ: یہ وہ مال' جائداد یا اس کی منفعت ہوتی ہے جو مورث چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ ترکے کو وراثت بھی کہتے ہیں۔ مورث کے مرنے پر ترکہ ورثاء میں تقسیم ہو جاتا ہے۔

وراثت کے یہ تینوں ارکان لازمی ہیں۔ ایک کی کمی بھی معاملہ کو کسی اور ہیئت میں تبدیل کر سکتی ہے۔ جیسے مورث اور ترکہ ہوں لیکن وارث نہ ہو تو ترکہ بیت المال میں چلا جاتا ہے۔ اسی طرح مورث اور وارث ہوں لیکن ترکہ نہ ہو تو بھی وراثت مکمل نہیں ہوتی۔

ایک ہی میت کے کئی وارثوں کی صورت میں ہر وارث کے لئے وراثت اپنے ارکان کے ساتھ ہی مکمل ہو سکتی ہے جیسے کسی کے دو صاحب اولاد بیٹے ہوں جن میں سے ایک اس کی زندگی ہی میں فوت ہو جائے تو اس فوت شدہ بیٹے کی اولاد کے لئے میت کے ترکے میں کچھ نہیں ہے کیونکہ وراثت کا ایک رکن (وارث) کم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس وارث کی معرفت اولاد کو ترکے میں سے کچھ ملنا تھا وہ موجود نہیں' گویا ایک رکن کم ہے۔ جبکہ میت کے زندہ بیٹے کے لئے ترکے میں حصہ موجود ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ میت کے ورثاء میں سے ہر ایک کے لئے وراثت ایک مکمل اکائی ہے جس کا رکن (وارث) نہ ہونے کے باعث اس رکن کی حد تک وراثت مکمل نہیں ہوتی۔ جبکہ دوسرے بیٹے کی وراثت کے ارکان مکمل ہونے کی وجہ سے اسے ترکے میں حصہ ملتا ہے۔

وراثت کے تینوں ارکان لازمی ہیں لیکن دوسرے معاملات کی طرح وراثت میں ایجاب و قبول لازمی نہیں ہیں بلکہ یہ معاملہ غیراختیاری ہے۔ ارکان' اسباب اور شرائط کے پورے ہونے پر انتقال ملکیت خودبخود عمل میں آ جاتا ہے۔ معاہدے سے متعلق دوسرے قوانین کا اطلاق وراثت کے باب میں نہیں ہوتا۔

وراثت کے اسباب

اسباب' سبب کی جمع ہے۔ سبب عربی زبان میں واسطے اور رابطے کو کہتے ہیں۔ یہاں سبب سے مراد وہ رابطہ ہے جو مورث اور وارث کو باہم ملائے' اور اس طرح وارث ترکے میں سے اپنا حصہ لینے کا اہل ہو۔ فقہاء کا اس پر مکمل اتفاق ہے کہ میراث کے تین اسباب ہیں۔ یہ تین اسباب' نسب یا قرابت' زوجیت اور موالاۃ ہے۔ موالاۃ کا تعلق غلامی سے ہے جس کا اب وجود باقی نہیں ہے۔ موجودہ دور میں میراث کے دو ہی اسباب ممکن ہیں' ایک نسب اور دوسرا زوجیت ہے۔ جہاں تک ولایت کا تعلق ہے تو یہ بحث فقہ کی قدیم کتب میں اس تناظر میں ضرور ملتی ہے جب اس دور کے معاشروں میں غلامی کا ادارہ باقی تھا اور اسلامی معاشرے پر اس کے اثرات مرتب ہوتے تھے۔ موجودہ دور میں غلامی کی ہر شکل ناپید ہو چکی ہے۔ اس لئے میراث کا تیسرا سبب موالاۃ بھی خودبخود کالعدم قرار پاتا

ہے۔ باقی دو اسباب کی تفصیل یوں ہے۔

۱۔ نسب یا قرابت

نسب وہ سب سے اہم سبب ہے جو وارث کو میت کے ترکے میں سے اس کا حصہ دلاتا ہے۔ نسب کا تعلق خون سے ہوتا ہے۔ کسی میت کے ترکے سے حصہ پانے والے سب سے اہم وارث اس کے خونی عزیز ہوتے ہیں جو میت سے قرب اور بُعد کے اعتبار سے حصہ دار ہوتے ہیں۔ نسب کے ذریعے میت سے تعلق کی نوعیت تین طرح کی ہو سکتی ہے اور یہ تینوں نسبی وارث دائمی ہوتے ہیں۔

(۱) فروع کی شکل میں: پہلی صورت یہ ہے کہ نسبی رشتہ دار میت کی فروع(شاخوں) میں سے ہوں۔ فروع سے مراد اولاد ہے جس میں بیٹے بیٹیاں دونوں شامل ہیں ۔ بعض حالتوں میں بیٹے بیٹیوں کی اولادیں بھی میت کے ترکے میں حصہ دار ہوتی ہیں۔ تاہم اس کا انحصار بعض خاص حالتوں پر ہے۔

(۲) اصول کی شکل میں: دوسری صورت یہ ہے کہ نسبی رشتہ دار میت کے اصول (جڑیں) ہوں۔ اصول سے مراد میت کے آباؤ اجداد ہیں جن میں ماں باپ ' اور بعض حالتوں میں دادا دادی بھی شامل ہوتے ہیں۔

(۳)حواشی و جوانب کی شکل میں: میت کے نسبی رشتہ داروں کی تیسری قسم کو حواشی و جوانب کہتے ہیں۔ حواشی و جوانب سے مراد وہ نسبی رشتہ دار ہیں جو نہ اصول میں سے ہوں اور نہ فروع میں سے۔ ان میں بہن بھائی اور چچا تایا وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔

۲۔ زوجیت

میت اور وارث میں ربط پیدا کرنے والا دوسرا سبب زوجیت ہے ۔ کسی عورت و مرد کا بطور شوہر و بیوی' بذریعہ نکاح صحیح تعلق قائم ہونے پر زوجیت وجود میں آتی ہے جس کے سبب دونوں میں سے کسی ایک کی موت پر دوسرا اس کے ترکے سے حصہ پانے کا مستحق ہو جاتا ہے۔ زوجیت میراث کے لئے کوئی دائمی سبب نہیں ہے بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ میت کی موت کے وقت میاں بیوی کے درمیان نکاح صحیح کا رشتہ قائم ہو۔ اگر میت کی وفات کے وقت زوجین میں تفریق بذریعہ طلاق' نکاح باطل یا فاسد عمل میں آچکی ہو تو دوسرا فریق میت کے ترکے میں سے کچھ حاصل کرنے کا مجاز نہیں ہے۔

نسب اور زوجیت کے ذریعے قائم ہونے والے دونوں اسباب میں سے ایک باریک سا فرق یہ بھی ہے کہ نسبی رشتہ داری میں وارث نہ ہو تو بعض حالتوں میں وارث کی اولاد وراثت کی مستحق ٹھہرتی ہے ۔ جیسے کسی میت کا صرف ایک بیٹا ہو جس کی مزید اولاد ہو اور وہ بیٹا اپنے مورث (باپ) کی موت سے پہلے ہی فوت ہو چکا ہو تو اس کی اولاد باپ کے مورث کے ترکے میں حصہ پاتی ہے۔ اس کے برعکس زوجیت کے ذریعے قائم ہونے والا تعلق ناقابل انتقال (Non Transferable) ہے۔ زوجین میں سے دونوں ایک دوسرے کے ترکے میں سے حصہ پانے کے حق دار تو ہیں لیکن ان کے دوسرے اعزہ و اقرباء یہ حق نہیں رکھتے کہ ان میں سے کسی ایک کی موت پر ان کی جگہ وہ وارث قرار پائیں۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ ☆ قانون شریعت ہی کا دوسرا نام فقہ اسلامی ہے ☆

وارثت کی شرائط

وراثت کی تین شرائط ہیں ۔ ایک بھی شرط کی کمی ہو تو میراث کا عمل پورا نہیں ہوتا یہ تین شرائط اس طرح ہیں:

۱۔ مورث کی موت

میراث کی پہلی شرط یہ ہے کہ مورث کی موت واقع ہو جائے۔ موت کے بغیر کسی شخص کا مال نہ ترکے میں تبدیل ہوتا ہے اور نہ ورثاء میں اس کی تقسیم کی جاسکتی ہے۔ مختصر یہ کہ وراثت کا عمل شروع ہی نہیں ہوتا۔ مورث کی موت تین طرح سے ممکن ہے۔ یہ تینوں طرح کی موت علم میراث کے تناظر میں ہے۔

(ا) معروف موت

پہلی قسم کی موت وہ ہے جس سے ہم سب واقف ہیں ۔ عام حالت میں جب کوئی شخص مرتا ہے تو معاشرے میں یہ بات اتنی عام ہوتی ہے کہ اس کی تردید یا اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ سینکڑوں ہزاروں افراد اس کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں ۔اس کے علاوہ دوسرے شاہد اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ کسی کی موت کو چھپانا ممکن نہیں ہوتا ۔ یہ موت تین طریقوں سے ثابت ہوتی ہے کسی شخص کی میت کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا۔ بہت سے ثقہ افراد سے کسی کی موت کے بار میں سننا یا بعض حالات میں گواہی کے ذریعے جاننا جیسے سمندر میں ڈوب جانے والے جہاز سے بچ جانے والے افراد کی کسی خاص شخص کی موت کے بارے میں گواہی وغیرہ۔

(۲) حکمی موت (Constructive Death)

مورث کی موت کی دوسری صورت حکمی موت ہے۔ حکمی موت سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص مذکورہ بالا تینوں طریقوں سے نہ مرا ہو لیکن وہ اس طرح مفقود الخبر ہو کہ دوسرے حالات و واقعات اور قرائن کے ذریعے سے اسے مردہ تصور کرنے میں کوئی امر مانع نہ ہو۔ اس طرح کی موت کا تعلق امر واقعہ (Question Of Fact) سے ہے جس کو سامنے رکھ کر قاضی کے حکم کے بعد ہی کسی شخص کو مردہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ از خود کسی مورث کے مفقود الخبر ہونے پر اسے مردہ قرار دے کر اس کے مال میں تصرف کرنا درست نہیں ہے۔

(۳) ارتداد

موت ایک اور طریقے سے بھی ممکن ہے۔ کوئی شخص اسلام ترک کر کے مرتد ہو جائے تو اسلامی تعلیمات کے مطابق وہ مرچکا ہے۔ اسلام میں مرتد کی سزا موت ہے اس لئے وہ موت کے خوف سے بھاگ کر کسی غیراسلامی ریاست میں چلا جائے تو قاضی کے حکم سے اسے مردہ تصور کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کا مال بطور ترکہ ورثاء میں تقسیم کردیا جاتا ہے۔

۲۔ مورث کی موت کے وقت وارث کا زندہ ہونا

وراثت کی دوسری شرط یہ ہے کہ مورث کی موت کے وقت وارث زندہ ہو تبھی وراثت میں اس کا حصہ ہوتا

(فقہ المعاملات کا مطالعہ کرنا، فقہی معاملات پر غور کرنا اور فقہ المعاملات پر لکھنا وقت کی ضرورت ہے)

ہے۔ وہ مورث کی موت سے قبل فوت ہو چکا ہو تو وراثت میں حصہ پانے کا اہل نہیں ہے' چاہے وہ مورث کی موت سے ایک لحظہ قبل ہی کیوں نہ فوت ہوا ہو۔ مورث کی موت سے قبل وارث کی زندگی کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو معروف اور معلوم انداز میں کسی انسان کا زندہ ہونا اس کی زندگی کا ثبوت ہے جس کا مشاہدہ ہم روز مرہ زندگی میں کرتے ہیں۔ یہ وہ شرط ہے جس کی وجہ سے وہ مورث کے ترکے میں اپنے حصے کے اعتبار سے مال حاصل کرتا ہے۔

دوسری صورت جنین کی ہے۔ جنین وہ وجود ہے جو حمل کی شکل میں ابھی ماں کے پیٹ میں ہو۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ مورث کی موت کے وقت جنین کا وجود ثابت ہو جائے۔ یہ اپنی بالکل ابتدائی حالت مضغہ میں ہو یا ارتقائی حالت علقہ میں ہو' یہ لازمی ہے کہ پیدائش کے وقت جنین زندہ حالت میں ہو۔ پیدا ہونے کے فوراً ایک لحظہ بعد وہ مر جائے تو وراثت میں اس کا حصہ ثابت ہو جاتا ہے جس کی تفصیل احکام فقہ کی کتابوں میں ملتی ہے۔ یہ امر قابل توجہ ہے کہ مردہ پیدا ہونے والے جنین کا وراثت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

۳۔ موانع الارث کا موجود نہ ہونا

یہ وراثت کی تیسری شرط ہے۔ موانع مانع کی جمع ہے۔ مانع کے لغوی معنی رکاوٹ ہیں۔ مانع وہ رکاوٹ ہے جو تمام ارکان کے پورا ہونے پر بھی میراث کی تقسیم کی راہ میں حائل ہو۔ ایسی رکاوٹیں دو طرح کی ہیں۔ ایک قسم کی رکاوٹیں یا موانع وہ ہیں جو میراث سے متعلق ہوں ان کا ذکر ہم بعد میں کریں گے۔ دوسری قسم کے موانع وہ ہیں جو صرف میت یا اس کے مال سے متعلق ہوتے ہیں۔ یہ موانع عارضی ہوتے ہیں جو مناسب کارروائی کے بعد دور ہو سکتے ہیں۔ ان موانع کی تعداد تین ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) کفن دفن

تقسیم وراثت میں پہلی رکاوٹ میت کے وہ اخراجات ہیں جو اس کے کفن دفن پر اٹھتے ہیں۔ یہ اخراجات اخلاقاً یا مقامی رسم و رواج کے تحت کوئی دوسرا رشتہ دار بے شک ادا کر دے لیکن شرعاً ان اخراجات کا بار خود میت کے ترکے پر ہے۔ لہٰذا جب تک میت کے کفن دفن کے اخراجات اس کے ترکے سے منہا نہ کر لیے جائیں اس وقت تک ترکے کا ورثاء میں تقسیم کرنا درست نہیں ہے۔

(۲) قرض

میت کے ذمہ کوئی قرض ہو تو یہ ترکے کی تقسیم میں دوسری بڑی رکاوٹ ہے۔ چنانچہ لازمی ہے کہ میت کے ترکے کو ورثاء میں تقسیم کرنے سے قبل میت کے ذمہ واجب الادا تمام قرضے اس کے ترکے میں سے ادا کر دیئے جائیں' ورنہ ترکے کی تقسیم بہت سی پیچیدگیوں کا موجب ہو سکتی ہے۔ اس لیے شرعاً یہ درست نہیں۔

(۳) وصیت

ترکے کی تقسیم میں تیسری رکاوٹ وہ وصیت ہو سکتی ہے جو میت نے اپنی زندگی میں مال کے بارے میں کی ہو۔ وصیت' اس کے ارکان اور شرائط کا ذکر وصیت کے ضمن میں کیا جائے گا۔ یہاں یہ کہہ دینا کافی

ہے کہ وصیت کا پورا کرنا صرف اتنا ہی ضروری ہے جو میت کے مال کے ایک تہائی پر محیط ہو۔ دوسرے یہ کہ وصیت ورثاء میں سے کسی کے حق میں نہ ہو۔ اور تیسرے یہ کہ وصیت شرعاً درست ہو۔

ان تینوں رکاوٹوں کے دور ہوتے ہی میراث کی تقسیم کا عمل شروع کیا جا سکتا ہے۔

موانع الارث (وراثت کی تقسیم میں رکاوٹیں)

موانع الارث سے مراد وراثت کی راہ میں بعض رکاوٹیں ہیں۔

موانع الارث یوں تو کئی ہیں اور فقہائے امت نے کتب فقہ میں ان کا بڑی تفصیل کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔ لیکن ان تمام موانع کو چیدہ چیدہ نام دیئے جائیں تو وہ پانچ بنتے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ قتل

اگر کوئی وارث اپنے مورث کو قتل کر دے تو قاتل اس کی وراثت سے محروم ہو جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "القاتل لا یرث"(۳)۔ قتل اور قاتل کی فقہی اعتبار سے درجہ بندی کی جائے تو میراث کے راستے میں یہ رکاوٹ قدرے تفصیل چاہتی ہے۔

(ا) قتل موجب قصاص یا کفارہ

فقہاء نے قتل کے دو بڑے درجے وضع کیے ہیں جن میں قتل کی ذیلی اقسام لائی جا سکتی ہیں۔ قتل کی پہلی بڑی قسم وہ ہے جس میں قاتل کے لئے قصاص یا کفارہ ادا کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ اس میں تین قسم کے قتل شامل ہیں۔

ا۔ قتل عمد

قتل عمد (عدوان) معروف اصطلاح ہے۔ یہ لفظ سنتے ہی قتل کی مکمل اور ہمہ پہلو کیفیت سننے والے کے ذہن میں آ جاتی ہے۔ قتل عمد وہ ہے جو قاتل کے ارادے کے ذریعے کسی مورث کی زندگی ختم کر دے تو قاتل مورث کے ترکے سے کچھ حاصل کرنے کا روادار نہیں۔

ب۔ قتل شبہ عمد

یہ اصطلاح امام ابوحنیفہ کی وضع کردہ ہے۔ امام صاحب کی رائے میں قاتل مقتول پر ایسے آلہ قتل کے ذریعے حملہ آور ہو جس سے بدن کے ٹکڑے نہ کیے جا سکیں یعنی ایسے آلہ سے حملہ آور ہو جس سے عادتاً تو جان جانے کا خدشہ نہ ہو لیکن اس کے نتیجے میں مضروب کی جان چلی جائے تو یہ قتل شبہ عمد ہے۔ اسی سے ملتی جلتی تعریف امام شافعی نے بھی کی ہے۔ ان کی رائے میں اگر قاتل مقتول کو محض جسمانی ضربیں لگانے کی نیت سے مار پیٹ رہا ہو لیکن اس مار پیٹ میں مقتول کی جان چلی جائے تو یہ قتل شبہ عمد ہے۔ مقتول مورث کے ترکے میں حصہ پانے کے لئے قتل شبہ عمد بھی وراثت کے راہ میں ایک رکاوٹ ہے۔

ج۔ قتل خطاء

قتل خطاء میں قاتل کے ارادے کے سبب مقتول کی زندگی کا چراغ گل نہیں ہوتا بلکہ قاتل کے کسی دوسرے فعل کے باعث مقتول کی موت واقع ہوتی ہے۔ جیسے آج کل کے دور میں ٹریفک کے حادثات' شکار کے دوران میں غلطی سے کسی جانور کی بجائے انسان کو گولی لگ جانا وغیرہ اس کی مثالیں ہیں۔ اس حالت میں عام طور پر ذریعہ قتل انسانی موت کا سبب ہوتا ہے لیکن قاتل کا ارادہ نہیں ہوتا۔ قتل خطاء میں بھی قاتل مقتول کے ترکہ سے حصہ پانے کا اہل نہیں ہوتا۔

(۲) قتل غیرموجب قصاص یا کفارہ

قتل کی دوسری بڑی قسم وہ ہے جس میں قاتل کو قصاص یا کفارہ ادا نہیں پڑتا۔ اس قسم میں دو طرح کے قتل شامل ہیں۔

اولاً ایسے طریقے سے انسانی جان کا ضیاع جو بجائے خود قتل کا سبب نہ ہوتا ہو' جیسے کسی عمارت یا بلندی سے کوئی شخص کسی دوسرے پر گرے اور اس کی موت بن جائے یا سوتے میں اس طرح کروٹ لے کہ اس کے وزن کے باعث کوئی کم وزن والا شخص یا بچہ اس کے نیچے آکر ہلاک ہو جائے۔ یہ قتل قتل قائم مقام خطاء کہلاتا ہے۔ اس قسم میں قتل کے دوسرے طریقے کو قتل بالتسبب کہتے ہیں۔ یہ طریقہ قتل خطاء سے ملتا جلتا ہے لیکن دونوں میں باریک سا فرق ہے۔

قتل خطاء قاتل کے براہ راست فعل کا نتیجہ ہوتا ہے لیکن قاتل کی نیت قتل کی نہیں ہوتی۔ جب کہ قتل بالتسبب قاتل کے پیدا کئے ہوئے حالات کے نتیجے میں واقع ہوتا ہے جیسے راستے میں کوئی گڑھا کھودے اور اس گڑھے میں انسان گر کر مر جائے تو یہ قتل بالتسبب ہے۔

قتل قائم مقام خطاء اور قتل بالتسبب کے بارے میں فقہا میں اختلاف پایا جاتا ہے جس کے لئے ہر ایک کے الگ الگ دلائل ہیں جو کتب فقہ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ وراثت کی نسبت سے یہ بحث بہت تفصیل کا تقاضا کرتی ہے جس کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

مورث اور وارث میں مذہب کا اختلاف

میت کے ورثاء میں ترکے کی تقسیم میں قاعدہ یہ ہے کہ میت اور وارث کا دین ایک ہی ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ یہ دین اسلام ہی ہو بلکہ دونوں اہل کتاب' ہندو' اشتراکی یا کسی بھی مذہب کے حامل ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ دونوں کے دین میں اختلاف نہ ہو جیسے باپ مسلمان ہو اور بیٹا کیمونسٹ' عیسائی یا یہودی ہو تو اسے باپ کی جائداد میں سے کچھ نہیں مل سکتا۔ اسی طرح دوسرے مذاہب کے بارے میں بھی قیاس کیا جا سکتا ہے۔ میراث کی تقسیم کے راستے میں اختلاف مذہب کی یہ رکاوٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے ہے جو بخاری کی ایک حدیث میں آتا ہے آپ نے فرمایا۔

☆☆☆ میں نے امام شافعی سے زیادہ کسی کو عقل والا نہیں پایا (ابوعبید) ☆☆☆

لا یرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم (۴)

مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا۔

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ تقسیم وراثت کے سلسلے میں اسلام اور کفر ہی وہ پیمانہ ہے جو اسلام کے پیش نظر ہے۔ اسلامی تعلیمات سے متصادم جتنے بھی طرز حیات ہیں وہ اسلام نہیں ہیں۔ اس لئے ان کے پیروکار مسلمانوں کے اور مسلمان ان کے وارث نہیں ہو سکتے۔ اللہ کا فرمان ہے۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ (انفال ۸:۷۳)

جن لوگوں نے کفر کا ارتکاب کیا وہ ایک دوسرے کے ولی (سرپرست) ہیں۔

اسلام کے بالمقابل تمام طرز زندگی کفر کا درجہ رکھتے ہیں۔ اسی لئے یہاں وراثت کا کوئی سوال زیر بحث آ ہی نہیں سکتا۔

۳۔ ارتداد

ارتداد سے مراد اسلام چھوڑ کر کوئی دوسرا مذہب یا طرز حیات اختیار کرنا ہے۔ وہ شخص جو ارتداد کا مرتکب ہو اسے مرتد کہتے ہیں۔ اسلامی ریاست میں مرتد کی سزا موت ہے جس کے احکام الگ ہیں۔ کسی کے ارتداد کی صورت میں وراثت کے احکام دوسرے رشتوں اور ترکے پر اثر ڈالتے ہیں۔ اس لیے مرتد کو موت کی سزا دی جائے یا وہ کسی وجہ سے بچ جائے ہر دو صورتوں میں میراث کے احکام موجود ہیں۔

امام ابو حنیفہ کی رائے میں مرتد نے جو کچھ بحیثیت مسلمان کمایا وہ اس کے ورثاء کے درمیان تقسیم کر دیا جائے' اسلام چھوڑنے کے بعد اس کے کمائے گئے مال کو اسلامی ریاست کے بیت المال میں جمع کرا دیا جائے۔ احناف میں سے ابو یوسف اور محمد بن حسن' اور جمہور میں سے امام شافعی اور امام مالک کی رائے اس سے قدرے مختلف ہے۔ ان کے خیال میں مرتد کی تمام کمائی بیت المال کی ملکیت ہو گی۔ جب کہ امام سرخسی فرماتے ہیں۔

المرتد اذا قتل اومات اولحق بدار الحرب فما اکتسبه فی حال اسلامه فهو میراث لورثته المسلمین ترث زوجة من ذلک اذا کانت مسلمة ومات المرتد وهی فی العدة (۵)

مرتد کے قتل کئے جانے' مرجانے یا اس کے دارالحرب میں چلے جانے پر اس کی حالت اسلام کی کمائی مسلمانوں کا ورثہ ہے۔ اس میں سے اس کی بیوی کو حصہ دیا جائے گا بشرطیکہ وہ مسلمان ہو' اور مرتد کی موت کے وقت عدت کی حالت میں ہو۔

اس امر میں البتہ کوئی اختلاف نہیں کہ خود مرتد کسی بھی مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا۔

۴۔ اختلاف دارین

دارین سے مراد دو "دار" ہیں۔ دار عربی میں ملک کے لئے بولا جاتا ہے۔ یہاں دارین سے مراد یہ ہے کہ مورث اور وارث دو مختلف ممالک کے باشندے ہوں۔ دراصل یہ قدیم فقہی اصطلاح ہے جب تمام ممالک اسلامیہ

ایک ہی اقتدار اعلیٰ کے ماتحت تھے اور اسلامی ریاست کو دارالاسلام کہا جاتا تھا اور جہاں اسلام کا پرچم نہ لہراتا ہو اسے دارا لکفر کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔

یہ بحث قانون بین الاقوام (International Law) سے متعلق ہے۔ موجودہ زمانے میں حالات کی یکسر تبدیلی کے باعث یہ ممکن نہیں ہے کہ دارالاسلام اور دارا لکفر کی اصطلاحیں بعینہٖ استعمال کی جائیں' کیونکہ مسلمانوں کے کئی ممالک میں حکام اور عمال تو اصحاب اقتدار ہیں لیکن مسلم رعایا کو قانون الٰہی پر عمل درآمد کرنے میں کئی رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے برعکس کفار کی آبادی والے کئی ممالک میں مسلم اقلیت کو زندگی کے کئی میدانوں میں یہ سہولت حاصل ہے کہ وہ عقیدے اور ایمان کے ضمن میں اپنی پسند ناپسند استعمال کر سکیں۔ اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ زمانے میں دارالاسلام کی تعریف پر پورا اترنے والی کوئی ایک ریاست بھی کرہ ارض پر موجود نہیں ہے۔ تاہم مسئلہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے موجود ہے' چاہے اس کی عملی تطبیق دنیا کے کسی حصے میں ہو رہی ہو یا نہ ہو رہی ہو۔

کسی مسلمان ملک کا کافر شہری کسی غیر مسلمان ملک کے کافر کا مورث و وارث نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اسلامی ملک میں رہتے ہوئے ایک ذمی' دارا لکفر میں رہنے والے' اپنے باپ کی میراث سے کچھ نہیں پا سکتا۔ اختلاف دار کا یہ حکم غیر مسلم رعایا کے لئے ہے۔ مسلمان باشندگان مملکت پر اس کلیہ کا اطلاق نہیں ہوتا۔ چنانچہ مسلمان ملک میں بسنے والا مسلمان وارث کافر ملک میں مرنے والے مسلمان مورث کے ترکے سے حصہ پانے کا اہل ہے بشرطیکہ کافر ملک کا قانون اس کی اجازت دیتا ہو۔ اسی طرح اسلامی ملک میں فوت ہونے والے مورث کے' کافر ملک میں بسنے والے ورثاء' اگر اس کے ترکے سے کچھ حاصل کر سکیں تو اسلامی ریاست کو اس سے کوئی تعرض نہیں۔

۵۔ وارث و مورث کی موت میں اشتباہ

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ وراثت کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وارث مورث کی موت کے وقت زندہ ہو۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی ایسی حالت میں وارث و مورث کی اکٹھی موت واقع ہو' جیسے ہوائی جہاز کے حادثے میں دونوں ہلاک ہو جائیں یا مکان کی چھت سے اکٹھے گر کر فوت ہو جائیں اور یہ اندازہ نہ ہو سکے کہ دونوں میں سے پہلے کون مرا' تو اس صورت میں کیا وارث مورث کے ترکے میں حصہ پا سکتا ہے یا نہیں؟ فقہاء امت اس بات پر متفق ہیں کہ ایسی صورت میں یہ تصور کیا جائے گا کہ دونوں وقت کے کسی ایک ہی نقطے پر فوت ہوئے ہیں۔ اس لیے دونوں کو ایک دوسرے کے ترکے سے محروم کرتے ہوئے باقی ترکہ زندہ ورثاء میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ لیکن کسی حادثہ میں ایک تو فوراً مرجائے اور دوسرا زخمی ہو کر بعد میں مرجائے تو تقدیم و تاخیر کے باعث زخمی آدمی مرجانے والے کا وارث قرار پاتا ہے جو پہلے مرنے والے کے ترکے میں حصہ دار ہوتا ہے۔

وارثوں کی قسمیں

کسی میت کے ورثاء تعداد میں رشتوں کے اعتبار سے تو کئی ہو سکتے ہیں لیکن ان سب کو فقہی اعتبار سے تین

امر مطلق وہ امر ہے جس میں لزوم یا عدم لزوم پر دلالت کرنے والی کوئی بات نہ ہو

بڑی اقسام کے تحت جمع کیا جاسکتا ہے۔ یہ تین قسمیں مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ ذوی الفروض

فروض' فریضہ کی جمع ہے اور فریضہ کے معنی معین اور مقرر کردہ کے ہیں۔ لفظ فریضہ عورت کے مہر کے لئے بھی اس لیے استعمال ہوتا ہے کہ یہ عورت کے لئے مقرر کردیا جاتا ہے۔ اور اس کی مقدار معین ہوتی ہے یا کی جا سکتی ہے۔ یہاں پر ذوی الفروض سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے حصے مقرر کردیئے گئے ہیں۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ ان خاص لوگوں کے حصے اللہ پاک نے قرآن مجید میں بڑی تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیئے گئے ہیں۔

ذوی الفروض کی مزید دو قسمیں ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(ا) ذوی الفروض سببی

پہلی قسم کو ذوی الفروض سببی کہتے ہیں جس میں شوہر اور بیوی شامل ہیں۔ ان کو سببی ذوی الفروض کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ نکاح کے سبب ایک دوسرے کے ترکے میں حصہ دار ہوتے ہیں۔

(۲) ذوی الفروض نسبی

دوسری قسم کو ذوی الفروض نسبی کہتے ہیں۔ یہ میت کے ساتھ مشترک نسب رکھنے کے باعث اس کے ترکے میں حصہ پاتے ہیں۔ تعداد میں یہ دس ہیں لیکن ضروری نہیں کہ میت کے ترکے میں سبھی کو حصہ مل جائے۔ ذوی الفروض نسبی کو ذوی الفروض سببی پر فوقیت حاصل ہوتی ہے۔

۲۔ عصبات

عصبات' عصبہ کی جمع ہے۔ عصبہ میں میت کے وہ رشتہ دار شامل ہوتے ہیں جو باپ کی طرف سے ہوں اور ان کا میت کے ساتھ رشتہ بیان کرنے میں کسی عورت کا واسطہ نہ آئے۔ یہ رشتہ دار بعض صورتوں میں ذوی الفروض میں سے بھی ہوسکتے ہیں۔ عصبات میں میت کا بیٹا' باپ' دادا' پوتا' چچا اور بھتیجا شامل ہیں۔

بیٹی' پوتی' بہن اور سوتیلی بہن بھی عصبات میں شامل ہیں اور یہ اپنے بھائی کی موجودگی میں میت کے ترکے میں سے حصہ حاصل کرتی ہیں۔ میراث میں ترجیح کے اعتبار سے ذوی الفروض کے نہ ہونے پر دوسرا حق میت کے عصبات کا ہے۔

۳۔ ذوی الارحام

ارحام' رحم کی جمع ہے۔ ذوی الارحام سے مراد میت کے وہ رشتہ دار ہیں جو رحم' یعنی عورت کے بطن' کے تعلق کی بنا پر ہوں۔ ان رشتہ داروں میں باپ اور ماں کی طرف سے دونوں طرح کے رشتے دار ہوسکتے ہیں۔ یہ سب کے سب نہ تو ذوی الفروض میں سے ہوتے ہیں اور نہ عصبات میں سے ہوتے ہیں۔

ذوی الارحام میں نانا' ماموں' خالہ' نواسا' نواسی اور پھوپھی شامل ہیں۔ ذوی الارحام کو ترکہ ملنے کا اصول یہ ہے کہ میت کے ذوی الفروض اور عصبات میں سے کوئی نہ ہو یا میت کا صرف شوہر یا بیوی ہو جن کے حصے نکال کر باقی

☆ شریعت کی اصطلاح میں دوسرے پر فعل کو لازم کرنے کا تصرف، امر کہلاتا ہے۔ ☆

ترکہ ذوی الارحام میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

تقسیم وراثت

جب کوئی شخص جائیداد چھوڑ کر فوت ہو جائے اور اس کے مختلف وارث موجود ہوں تو ان وارثوں میں تقسیم جائداد ایسا حسابی عمل ہے جو عموماً وارثوں کے بدلنے سے ہر معاملے میں بدل جاتا ہے' اس لئے مسئلہ کا مکمل فہم نہ ہو تو خاصی الجھنیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ پاکستان میں عام طور پر موجود دو مکاتب فکر (فقہ حنفی اور فقہ شیعہ) کے مطابق وراثت کے اہم نکات اختصار کے ساتھ بیان کئے جاتے ہیں۔ پہلے فقہ حنفی کے اہم نکات دیئے جاتے ہیں۔

وارثوں کی اقسام

میت (کسی متوفی شخص) کے حسب ذیل وارث ہو سکتے ہیں:

۱۔ ذوی الفروض: یہ وہ وارث ہیں جن کے حصے مقرر کر دیئے گئے ہیں۔

۲۔ عصبات: ذوی الفروض کو ان کا مقررہ حصہ دینے کے بعد باقی جائیداد عصبات میں سے جو نزدیک تر ہو اسے دی جاتی ہے۔

۳۔ ذوی الفروض اور عصبات نہ ہوں تو ذوی الارحام کو باقی جائیداد دے دی جاتی ہے۔

۴۔ ذوی الفروض' عصبات اور ذوی الارحام موجود نہ ہو کل ترکہ بیت المال (اسلامی حکومت کا خزانہ) میں داخل کر دیا جاتا ہے۔

باپ

باپ کے حصہ وراثت کی تین صورتیں ہیں:

۱۔ اگر میت کا کوئی بیٹا یا کوئی پوتا (نیچے تک) موجود ہو تو میت کا باپ چھٹا حصہ لے گا۔

۲۔ اگر میت کی کوئی بیٹی یا پوتی (نیچے تک) موجود ہو اور کوئی بیٹا نہ ہو تو باپ عصبہ بن جاتا ہے اور ذوی الفروض کو مقررہ حصہ دینے کے بعد جو بچے' وہ باپ کو دیا جائے گا۔

۳۔ میت کا کوئی بیٹا' بیٹی' پوتا' پوتی (نیچے تک) موجود نہ ہو تو باپ عصبہ کی حیثیت اختیار کر جاتا ہے۔

دادا

میت کے دادا کے حصہ وراثت کی وہی تین صورتیں ہیں جو باپ کی ہوتی ہیں لیکن چار صورتوں میں باپ اور دادا میں فرق ہے جو یہ ہیں۔

۱۔ میت کے باپ کے ساتھ اگر باپ کی ماں یعنی میت کی دادی بھی ہو تو وہ وارث نہیں ہو گی مگر دادا کے ساتھ باپ کی ماں یعنی دادی وارث ہوتی ہے۔

۲۔ میت کے وارثوں میں اگر باپ' ماں' خاوند یا بیوی ہو تو بیوی یا خاوند کو دینے کے بعد جو بچے اس کا ایک تہائی ماں کو ملے گا اور باقی باپ کو ملے گا۔ لیکن اگر میت کے وارثوں میں دادا کے ساتھ ماں اور بیوی یا خاوند ہو تو ماں کو کل جائیداد کا ایک تہائی ملے گا۔

۳۔ میت کے باپ کے ساتھ حقیقی اور پدری بھائی محروم ہوتے ہیں مگر دادا کے ساتھ محروم نہیں ہوتے۔
۴۔ میت کا باپ اور دادا دونوں موجود ہوں تو دادا محروم ہو جاتا ہے۔

مادری بھائی، مادری بہن، مادری بھائی بہن (اخیافی بھائی بہن)

۱۔ اگر میت کا صرف ایک مادری بھائی یا بہن ہو تو اسے چھٹا حصہ وراثت دیا جائے گا۔
۲۔ اگر ایک سے زیادہ مادری بھائی یا بہنیں ہوں یا ایک سے زیادہ ملی جلی بہنیں اور بھائی ہوں تو سب ایک تہائی میں برابر شریک ہوں گے یعنی بہن کو بھائی کے برابر حصہ دیا جائے گا۔
۳۔ اگر میت کا باپ یا دادا (اوپر تک) موجود ہو یا بیٹا یا پوتا (نیچے تک) موجود ہو تو مادری بہن بھائی محروم ہو جاتے ہیں۔

خاوند

۱۔ اگر میت کا کوئی بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی (نیچے تک) موجود ہو تو میت کا خاوند چوتھائی حصہ لے گا۔
۲۔ اگر میت کا کوئی بیٹا، بیٹی یا پوتا پوتی (نیچے تک) موجود نہ ہو تو خاوند نصف ترکہ لے گا۔

بیوی

۱۔ اگر میت کا کوئی بیٹا، بیٹی یا پوتا پوتی (نیچے تک) ہو تو اس کی بیوی یا بیویاں (برابر) آٹھواں حصہ لیں گی یعنی کل ترکے کا آٹھواں حصہ تمام بیویوں میں برابر تقسیم ہوگا۔
۲۔ اگر میت کا کوئی بیٹا، بیٹی یا پوتا پوتی (نیچے تک) موجود نہ ہو تو اس کی بیوی یا بیویاں (برابر) چوتھا حصہ لیں گی۔

بیٹی

۱۔ اگر میت کی ایک ہی بیٹی ہو تو نصف حصہ پائے گی۔
۲۔ ایک سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو سب مل کر برابر دو تہائی لیں گی۔
۳۔ بیٹی یا بیٹیوں کے ساتھ بیٹا یا بیٹے بھی ہوں تو سب مل کر بطور عصبات حصہ لیں گے۔ ان میں باقی جائیداد کی تقسیم اس طرح ہوگی کہ بیٹا بیٹی سے دگنا حصہ لے گا۔

ماں

۱۔ ماں کے ساتھ میت کا بیٹا، بیٹی یا پوتا پوتی (نیچے تک) یا کسی بھی قسم کے دو بھائی بہن نہ ہوں تو ماں ایک تہائی لیتی ہے۔
۲۔ ماں کے ساتھ میت کا بیٹا، بیٹی یا پوتا پوتی (نیچے تک) یا کسی قسم کے بھائی بہن دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ماں چھٹا حصہ لیتی ہے۔
۳۔ اگر ماں کے ساتھ میت کا باپ اور میت کا خاوند یا بیوی موجود ہوں تو خاوند یا بیوی کو اس کا مقررہ حصہ دینے کے بعد جو بچے اس کا ایک تہائی ماں لیتی ہے۔

عصبات

عصبات میں حسب ذیل اقربا شامل ہیں۔ یہ جس ترتیب سے درج ہیں' اسی ترتیب سے حصہ لیتے ہیں یعنی ذوی الفروض کو ان کا مقررہ حصہ دینے کے بعد جو باقی بچے وہ سب حسب ذیل میں سے اوپر درجے میں موجود وارث بطور عصبہ لے لیتا ہے اور اس سے نیچے درجے والے تمام وارث محروم ہو جاتے ہیں۔

۱۔ بیٹا' اگر اس کے ساتھ بیٹی یا بیٹیاں ہوں تو وہ بھی بیٹے کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہیں۔

۲۔ بیٹے کا بیٹا (نیچے تک)' نزدیک تر پوتا دور والے کو محروم کر دے گا۔

۳۔ باپ' بیٹے یا پوتے (نیچے تک) کی عدم موجودگی میں۔

۴۔ دادا (اوپر تک)' نزدیک تر دادا دور والے کو محروم کر دے گا (جبکہ باپ موجود نہ ہو)

۵۔ حقیقی بھائی' اس کے ساتھ بہن یا بہنیں ہوں تو وہ بھی عصبہ بن جاتی ہے۔

۶۔ حقیقی بہن' جبکہ اوپر والے عصبات نہ ہوں اور حقیقی بہن کے ساتھ میت کی بیٹی یا بیٹیاں یا پوتی یا پوتیاں یا ایک بیٹی اور پوتی یا پوتیاں ہوں۔

۷۔ پدری بھائی' پدری بہن بھی ہو تو وہ پدری بھائی کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہے۔

۸۔ پدری بہن' جبکہ پدری بھائی نہ ہو اور درج بالا عصبات نہ ہوں اور میت کی بیٹی یا بیٹیاں یا پوتی یا پوتیاں یا ایک بیٹی اور پوتی یا پوتیاں ہوں۔

۹۔ حقیقی بھائی کا بیٹا

۱۰۔ پدری بھائی کا بیٹا

۱۱۔ حقیقی بھائی کے بیٹے کا بیٹا

۱۲۔ پدری بھائی کے بیٹے کا بیٹا

۱۳۔ حقیقی چچا' تایا

۱۴۔ باپ کا پدری بھائی

۱۵۔ حقیقی چچا کا بیٹا

۱۶۔ باپ کے پدری بھائی کا بیٹا

۱۷۔ حقیقی چچا کے بیٹے کا بیٹا (نیچے تک)

۱۸۔ باپ کے پدری بھائی کے بیٹے کا بیٹا (نیچے تک)

اگر بیٹے اور ان کی اولاد' باپ اور اس کی اولاد' دادا اور اس کی اولاد میں سے کوئی موجود نہ ہو تو پردادا اور اس کی اولاد (نیچے تک) عصبہ بنتی ہے کہ اوپر والا نیچے والے کو محروم کرتا ہے۔

☆ دلالت النص سے وہ حکم ثابت ہوتا ہے جو منصوص علیہ حکم کی علت کے طور پر از روئے لغت معلوم ہوتا ہے ☆

ذوالارحام

اگر ذوی الفروض اور عصبات میں سے کوئی موجود نہ ہو تو ذوالارحام میں سے نزدیک تر وارث بن جاتا ہے۔ ان کی فہرست بہت طویل ہے جس کے لئے کتب فقہ کی طرف رجوع کیجئے۔

یتیم پوتا یا نواسا

مسلم عائلی قوانین آرڈیننس ۱۹۶۱ء کی دفعہ ۴ کی رو سے میت کا یتیم پوتا' پوتی' نواسا اور نواسی اپنے متوفی والد یا والدہ (جیسی صورت ہو) کے حصے کے برابر وراثت میں سے حصہ لیتے ہیں۔ یہ صورت شریعت کے مطابق نہیں' تاہم پاکستان میں یہی صورت رائج ہے جس پر دینی حلقے روز اول ہی سے معترض رہے ہیں۔

اہل تشیع کے قواعد وراثت

فقہ شیعہ میں وارثوں کی دو اقسام ہیں' اولاً وہ وارث جو خون کے رشتوں سے باہم منسلک ہیں' ثانیاً'' بذریعہ ازدواج وجود میں آنے والے وارث یعنی خاوند اور بیوی۔ خونی رشتوں والے وارثوں کے تین طبقات ہیں۔

طبقہ اول

والدین یعنی باپ اور ماں (اوپر تک) اور اولاد (نیچے تک)

طبقہ دوم

آباؤاجداد (اوپر تک) اور بھائی اور بہنیں اور ان کی اولاد (نیچے تک)

طبقہ سوم

میت اور اس کے والدین (اوپر تک) کے چچا' تایا' عمات (پھوپھیاں)' ماموں اور خالائیں۔ چچا والد کی طرح حصہ لے گا اور ماموں والدہ کے مثل۔

مندرجہ ذیل طبقات میں سے طبقہ اول کے وارث طبقہ دوم اور سوم کے وارثوں کو محروم کر دیتے ہیں۔ اگر طبقہ اول کا کوئی وارث موجود نہ ہو تو طبقہ دوم کے وارث حصہ وراثت لیتے ہیں' جبکہ طبقہ سوم کے وارث محروم رہتے ہیں۔ اگر طبقہ اول اور دوم کا کوئی وارث موجود نہ ہو تو طبقہ سوم میں شامل وارث حصہ لیتے ہیں۔ ہر طبقے کے دونوں حصوں کے وارث مشترکہ طور پر وراثت لیتے ہیں۔

اوپر کے تین طبقات کے قاعدے کو پیش نظر رکھتے ہوئے حسب ذیل ذوی الفروض کو ان کا مقررہ حصہ دیا جائے گا۔

(۱) خاوند: خاوند چوتھائی حصہ لیتا ہے بشرطیکہ میت کا کوئی بیٹا یا بیٹی (نیچے تک) موجود ہو' اگر کوئی ایسا وارث موجود نہ ہو تو خاوند نصف حصہ لے گا۔

(۲) بیوی: بیوی آٹھواں حصہ لے گی' جب کوئی بیٹا یا بیٹی (نیچے تک) موجود ہو' لیکن اگر کوئی ایسا وارث موجود نہ ہو

(اقتضاء النص سے ثابت ہونے والا حکم عبارۃ النص پر اضافہ ہوتا ہے)

تو بیوی چوتھائی حصہ لے گی۔ ایک سے زائد بیویاں اس حصے کو برابر تقسیم کریں گی۔

(۳) باپ: جب کوئی بیٹا یا بیٹی (نیچے تک) موجود ہو تو باپ کو چھٹا حصہ ملے گا' لیکن اگر کوئی ایسا وارث موجود نہ ہو تو باپ بطور عصبہ حصہ لے گا۔

(۴) ماں: جب کوئی بیٹا یا بیٹی (نیچے تک) موجود ہو یا دو یا اس سے زیادہ حقیقی یا پدری بھائی موجود ہوں یا ایک ایسا بھائی اور دو ایسی بہنیں موجود ہوں یا چار ایسی بہنیں موجود ہوں اور والد بھی موجود ہو تو ماں کو چھٹا حصہ دیا جائے گا' باقی صورتوں میں ماں کو ایک تہائی حصہ دیا جائے گا۔

(۵) بیٹی: جب کوئی بیٹا نہ ہو تو بیٹی کو نصف حصہ دیا جائے گا اور ایک سے زائد بیٹیوں کو دو تہائی حصے ملے گا۔ بیٹے کے ہمراہ بیٹی یا بیٹیاں عصبات کے طور پر حصہ لیں گے۔

(۶) مادری بہن بھائی: جب والدین اور اولاد (نیچے تک) نہ ہو تو مادری بہن یا بھائی کو چھٹا حصہ اور اس سے زائد کو تیسرا حصہ ملے گا۔

(۷) حقیقی بہن: جب والدین اور اولاد (نیچے تک) موجود نہ ہو' اور حقیقی بھائی اور دادا بھی موجود نہ ہو تو حقیقی بہن کو نصف' اور ایک سے زیادہ ہوں تو انہیں دو تہائی حصہ ملے گا۔ حقیقی بھائی اور دادا کے ساتھ بطور عصبہ حصہ لے گی۔

(۸) پدری بہن: جب والدین اور اولاد (نیچے تک) یا حقیقی بھائی یا حقیقی بہن یا پدری بھائی نہ ہو یا دادا نہ ہو تو ایک پدری بہن کو نصف اور ایک سے زیادہ کو دو تہائی حصہ دیا جائے گا۔ پدری بھائی اور دادا کی صورت میں یہ ان کے ساتھ بطور عصبہ لے گی۔

باقی تمام وارث بطور عصبہ حصہ لیں گے' اور اگر یہ وارث موجود نہ ہوں تو ان کی جگہ ان کی اولاد حصہ لے گی۔ مزید تفصیلات فقہ اہل تشیع کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

وصیت کے بعض ضروری احکام

اپنی زندگی میں انسان جو مال و دولت کماتا ہے اس کے مرتے ہی اس پر اس کا حق ختم ہو جاتا ہے اور حقوق ملکیت شرعی وارثوں کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔ جس کے بعد وہ میت کے مال و دولت پر اسی طرح تصرف کا اختیار رکھتے ہیں جیسے اپنے کمائے ہوئے مال پر۔ میت کے مال و دولت کی اس طرح تقسیم اللہ کی طرف سے حکم ہے اور اس میں کمی بیشی کا اختیار کسی شخص کو نہیں ہے۔

دوسری طرف مال کمانے والا بھی اپنے مال و دولت کے ساتھ دلی لگاؤ رکھتا ہے اور چاہتا ہے کہ اسے کسی نیک مقصد کے حصول کے لئے صرف کرے۔ بعض لوگ تو زندگی بھر محنت کرتے ہی اس لئے ہیں کہ کسی خاص کام کو اپنی زندگی میں اپنی خواہش کے مطابق مکمل کریں۔ بعض لوگ اپنے علاقے میں ناخواندگی دور کرنے کے لئے کسی اچھے تعلیمی ادارے کے قیام کو مقصد حیات بناتے ہیں' تو اس کے لئے محنت کرتے ہیں۔ کئی لوگ' لوگوں کے علاج معالجے کے لئے کسی ہسپتال کی داغ بیل ڈالتے ہیں' اور اپنی کمائی اس پر لگاتے ہیں۔ چنانچہ ان کی خواہش ہوتی ہے کہ مرنے

☆ نص کا تعلق چار چیزوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ نمبر ۱: عبارت نمبر ۲: اشارہ، نمبر ۳: دلالت، نمبر ۴: اقتضاء ☆

کے بعد بھی ان کے کمائے ہوئے مال میں سے کچھ حصہ فلاحی کاموں پر صرف ہوتا رہے۔

ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مال دار آدمی کے بیٹے بیٹیاں' ماں باپ اور بیوی وغیرہ موجود ہوں اور یہ بات یقینی ہو کہ اس کے مرنے کے بعد تمام ترکہ جائز شرعی وارثوں میں تقسیم ہو جائے گا۔ لیکن ساتھ ہی اس کے کسی ایک بیٹے کی یتیم اولاد بھی ہو جو ازروئے شریعت اس کے وارثوں میں سے نہیں ہے۔ تو اس کی خواہش ہو سکتی ہے کہ اس کے یتیم پوتے پوتیاں بھی اس کے مال میں سے مناسب حصہ حاصل کر سکیں۔ علی ہذا القیاس اس کی بیوہ بہن' نادار بھائی اور دوسرے کئی رشتے دار بھی اس زمرے میں آ سکتے ہیں جن کی مدد کے لئے وہ شخص دل میں خواہش رکھ سکتا ہے۔ اس قسم کی خواہشات پر عمل کے لئے اسلام نے وصیت کا راستہ بتایا ہے۔

لغت میں وصیت کا مفہوم

لفظ وصیت سہ حرفی عربی کلمہ "وصی" سے نکلا ہے جس کے معنی متصل ہونا ہے۔ دو شہر پھیلتے پھیلتے جب آپس میں مل جائیں یا پہلے سے ایک دوسرے کے اتنے قریب ہوں کہ ان کی حدود باہم مل رہی ہوں تو عرب اس کے لئے "وصی البلد البلد" (شہر شہر کے ساتھ مل گیا) کہتے ہیں۔ اس لفظ کا ایک استعمال حکم دینے کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ اگر عربی میں یوں کہا جائے کہ "وصاہ بفلان ان یحسن الیہ" تو اس سے مراد یہ ہے کہ' اس نے اس کو فلاں کے ساتھ احسان کا حکم دیا۔

علامہ راغب اصفہانی کے خیال میں یہ لفظ "ارض واصیہ" سے ماخوذ ہے۔ یہ محاورہ اس زمین کے لئے استعمال ہوتا ہے جس کی گھاس کے لچھے ایک دوسرے کے ساتھ گتھے ہوئے ہیں۔ عرب معاشرت کی روزمرہ بول چال میں وصیت سے مراد خیرخواہی پر مبنی وہ ناصحانہ ہدایت ہے جو پیش آمدہ واقعہ سے قبل کسی کو دی جائے (۵)۔

اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ وصیت کے معانی میں اتصال' حکم اور ناصحانہ ہدایت شامل ہیں۔

یہ تینوں عناصر وصیت کے اصطلاحی مفہوم میں بھی ملتے ہیں۔ وصیت کرنے والا اور جس کے بارے میں وصیت کی جا رہی ہو' دونوں کسی نہ کسی نقطہ اتصال کی وجہ سے باہم متصل ہوتے ہیں۔ مثلاً رشتہ' قرابت' دوستی' شناسائی وغیرہ ہی وہ اسباب ہیں جن میں سے کسی کی وجہ سے دونوں فریق متصل ہوتے ہیں۔

وصیت میں کوئی نہ کوئی حکم ہوتا ہے جس پر اس کی موت کے بعد عمل کیا جاتا ہے۔ یہ حکم ناصحانہ ہدایت بھی ہو سکتی ہے جیسے قرآن کریم میں آتا ہے۔

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ (نساء' ۱۱)

تمہاری اولاد کے بارے میں اللہ تمہیں ہدایت دیتا ہے۔

یہاں لفظ وصیت لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے جس سے مراد حکم ہے۔ قرآن مجید میں ایک دوسری جگہ یہ لفظ ایک ہی آیت میں دو مرتبہ وارد ہوا ہے اور دونوں جگہوں پر اس کے الگ الگ معنی ہیں۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت ہی کا دوسرا نام فقہ اسلامی ہے ☆

فَإِنْ كَانُوٓا۟ أَكْثَرَ مِن ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِى ٱلثُّلُثِ ۚ مِنۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَآ أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ ٱللَّهِ (نساء ۱۲)

اور بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو کل ترکہ کے ایک تہائی میں وہ سب شریک ہوں گے جبکہ وصیت جو کی گئی ہو' پوری کردی جائے اور قرض جو میت نے چھوڑا ہو' ادا کر دیا جائے بشرطیکہ وہ ضرر رساں نہ ہو۔ یہ حکم اللہ کی طرف سے ہے۔

فقہ اسلامی میں وصیت

اردو کے دینی ادب میں وصیت کے وہی معنی ہیں جو وصیت کے شرعی مفہوم پر دلالت کرتے ہیں۔

حنفی کتب فکر وصیت کی اصطلاحی تعریف یوں کرتا ہے۔

الوصیۃ تملیک مضاف لما بعد الموت (۷)

زمانہ بعد موت کی طرف نسبت کر کے (کسی کو مال کا) مالک بنانا وصیت ہے۔

مالک بنانے سے مراد تملیک بلاعوض (Without Consideration) ہے جیسا کہ آگے چل کر اس تعریف کی شرح میں آتا ہے۔

شافعی کتب فکر وصیت کے بارے میں یوں رقم طراز ہے۔

تبرعا بحق مضاف ولو تقدیرا لما بعد الموت (۸)

کسی کے حق میں اپنے حق سے موت کے بعد برضا و رغبت دستبردار ہونا۔

جدید دور کے ایک معروف فقیہ ڈاکٹر زحیلی وصیت کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

تملیک مضاف الی ما بعد الموت بطریق التبرع سوا کان المملک عینا ام منفعۃ (۹)

اپنے کسی مادی حق یا اس کی منفعت کو شرعی طریقہ پر موت کے بعد دوسرے کی ملکیت میں دینا۔

ان تینوں تعریفات سے حسب ذیل نکات مستنبط ہوتے ہیں۔

۱۔ وصیت کسی شخص کی اس جائز (Valid) خواہش کا نام ہے جو اس کی موت کے بعد پوری ہوتی ہے۔ یہ خواہش مختصر وقت کے لئے بھی ہو سکتی ہے اور لمبی مدت کے لئے بھی۔

۲۔ یہ خواہش اس شخص کے مال کی نسبت سے بھی ہو سکتی ہے اور مال کی منفعت بھی اس میں شامل ہو سکتی ہے۔ اس طرح اپنی کسی کتاب کی رائلٹی کے بارے میں وصیت جائز ہے۔

۳۔ ضروری ہے کہ مال یا منفعت' جو دوسرے کی ملکیت میں دی جا رہی ہو' بالکل بلاعوض ہو۔ اس کے بدلے میں وصیت کرنے والا کچھ حاصل نہ کر رہا ہو۔ لیکن ہبہ ان تعریفات سے خارج ہے کیونکہ اس کی تکمیل ہبہ کرنے والے کی زندگی میں ہی ہو جاتی ہے۔

۴۔ وصیت مکمل طور پر برضا و رغبت ہو اس میں جبر و اکراہ بالکل نہ ہو۔

☆☆☆☆ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت قابل مذمت ہے ☆☆☆☆

۵۔ یہ بھی ضروری ہے کہ وصیت شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے کی جائے۔ قرآن و سنت کے احکام سے ہٹ کر کی جانے والی وصیت قابل نفاذ نہیں ہوتی۔

وصیت کا جواز

شریعت اسلامیہ میں کسی شخص کا وصیت کرنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ اس کا ثبوت قرآن و سنت دونوں سے ملتا ہے اور اسی پر اجماع امت ہے۔ قرآن و سنت کے مطالعہ سے اس کے خلاف کوئی دلیل نہیں ملتی اور علماء امت اس کے جواز پر دلائل دیتے رہے ہیں۔

کئی دوسرے احکام کی طرح وصیت کے احکام میں بھی تدریج کارفرما رہی اور ہر حکم کے بارے میں الہی منشاء دوسرے حکم سے مختلف ہے۔ بعثت نبوی کے بعد مدینہ میں ابتدا وصیت کے بارے میں کوئی قانون مقرر نہ تھا۔ اللہ نے مسلمانوں پر سب سے پہلے پابندی عائد کر دی کہ مرنے سے قبل اپنے والدین اور دوسرے اعزہ کے لئے معروف طریقے سے وصیت کریں۔ اور یہ وصیت اس مال کے بارے میں ہو جو مرنے والا اپنے پیچھے چھوڑ رہا ہو۔ قرآن میں آتا ہے

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ

(بقرہ' ۱۸۰:۲)

تم پر فرض کیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آئے اور وہ اپنے پیچھے مال چھوڑ رہا ہو تو والدین اور رشتہ داروں کے لئے معروف طریقے سے وصیت کرے۔

یہاں پر لفظ "کتب" ظاہر کرتا ہے کہ وصیت کرنا واجب ہے۔ اس حکم میں' جو عبوری مدت کے لئے تھا' یہ پابندی بھی تھی کہ والدین اور رشتہ داروں کے لئے وصیت کرتے وقت "عرف" کو سامنے رکھا جائے' افراط و تفریط سے گریز کیا جائے اور معقولیت کا راستہ اختیار کیا جائے۔

اس آیت میں وصیت کے لئے مطلقاً حکم دیا گیا ہے' والدین اور رشتہ داروں کے حصے مقرر نہیں کئے گئے بلکہ "بالمعروف" کہہ کر یہ پابندی لگا دی گئی کہ اس وقت کے معاشرے کو قابل قبول وصیت کرنا ہی اللہ کو مطلوب ہے۔ وصیت سے متعلق اس آیت کی تفسیر مختلف مفسرین نے مختلف انداز میں کی ہے اور کئی احکام مستنبط کئے ہیں۔ یہ آیت ناسخ و منسوخ کی بحث کا محور بھی رہی ہے۔ ناسخ و منسوخ کے لئے پہلا باب "اسلامی قانون کے مآخذ' مآخذ اول قرآن" ملاحظہ فرمائیں۔ تفصیل جاننے کے خواہش مند اصحاب اردو کی کتب تفسیر سے بھی رجوع کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد سورۃ نساء میں اللہ نے تمام شرعی وارثوں کے خود حصے مقرر کر دیئے جن میں اولاد' والدین' بہن' بھائی' بیوی اور دوسرے تمام رشتہ دار شامل ہیں۔ حصے مقرر ہو جانے کے بعد پہلی آیت کا حکم ختم ہو گیا جس کے مطابق وصیت کرنا لازم تھا۔ ویسے تو اللہ کی طرف سے ورثاء کے حصے مقرر کر دینے کے بعد ان کے حق میں وصیت کرنا خود بخود ممنوع ہو گیا لیکن تاکید مزید کے طور پر رسول اللہ نے فرمایا

لاوصیۃ لوارث(۴)

وارث کے حق میں وصیت (جائز) نہیں

پہلے حکم کے تحت وصیت فرض تھی۔ سورۃ نساء میں ورثاء کے حصے مقرر ہو جانے کے بعد اب وصیت کرنا مستحب رہ گیا اور وہ بھی صرف غیر ورثاء کے حق میں درست ہے۔ تفصیل کے لئے کتب تفسیر دیکھئے۔

وصیت کے ارکان اور دوسری اصطلاحات

فقہاء کے نزدیک وصیت کی حیثیت دوسرے معاہدات ہی کی طرح ہے۔ اس لئے اس کے ارکان بھی وہی ہیں جو کسی دوسرے معاہدہ کے ہو سکتے ہیں۔ احناف کے نزدیک یہ ارکان دو ہیں جنہیں ایجاب اور قبول کہتے ہیں۔ لیکن اس سے پہلے چند اصطلاحات کی تعریفات بیان کرنا ضروری ہے جو وصیت کے ضمن میں کثرت سے استعمال ہوتی ہیں۔

موصی: وصیت کرنے والے شخص کو موصی کہتے ہیں۔ موصی ہی سے ایجاب (Offer) صادر ہوتا ہے۔

موصیٰ لہ: جس کے حق میں وصیت کی جا رہی ہو اسے موصی لہ کہا جاتا ہے۔ موصی لہ چاہے ایجاب کو قبول (Accept) کرے اور چاہے تو رد کر دے۔

موصی بہ: جس شے کے بارے میں وصیت کی جا رہی ہو اسے موصی بہ کہا جاتا ہے۔

وصی: وصیت پوری کرانے کے لئے جو شخص مقرر کیا جائے اسے وصی (Executor) کہتے ہیں۔

علمائے احناف کا خیال ہے کہ دوسرے معاہدات کی طرح وصیت بھی صرف ایجاب اور قبول پر مشتمل ہے۔ موصی جب کسی کے حق میں وصیت کرے تو ایجاب صادر ہو جاتا ہے۔ موصی لہ جب اس پیشکش کو قبول کرے تو معاہدہ مکمل ہو جاتا ہے۔

عام معاہدوں اور وصیت میں ایک فرق یہ ہے کہ بقیہ معاہدات ایجاب اور قبول کے بعد مکمل ہو جاتے ہیں۔ یا ان کی تکمیل اس وقت عمل میں آتی ہے جب فریقین کی عائد کردہ شرطیں پوری کر دی جائیں لیکن وصیت میں شارع (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے بھی ایک شرط عائد ہوتی ہے جو موصی کی موت ہے۔ موت سے قبل اس معاہدے کا نفاذ نہیں ہو سکتا۔

ایجاب اور قبول (بطور رکن وصیت) کے بارے میں حنفی فقیہ علامہ علاء الدین نے احناف سے اختلاف کیا ہے(۱)۔ ان کے خیال میں وصیت کا صرف ایک رکن "ایجاب" ہے کیونکہ جہاں تک وصیت کا تعلق ہے تو یہ موصی کے ایجاب کے ذریعے مکمل ہو جاتی ہے، رہا قبول کا معاملہ تو اس کا تعلق وصیت کی خارجی ہیئت سے ہے۔ اسی لئے موصی لہ کا قبول وصیت کا رکن نہیں بلکہ شرط ہے۔

جمہور علماء کے نزدیک، وصیت کے ارکان چار ہیں جو موصی، موصیٰ لہ اور موصی بہ اور ایجاب ہیں۔

وصیت کی مختلف صورتیں

شرعاً درست وصیت تین طرح کی ہو سکتی ہے۔ پہلی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص زبانی وصیت کرے۔ اس

کیا آپ کو معلوم ہے کہ قانون شریعت ہی کا دوسرا نام فقہ اسلامی ہے

حالت میں صحیح اور واضح الفاظ کا ہونا لازم ہے۔ مبہم اور مجمل تراکیب اور ذومعنی الفاظ و کنایات کے استعمال سے وصیت کی روح متاثر ہوتی ہے۔ کسی شخص کا یہ کہنا کہ میں وصیت کرتا ہوں کہ فلاں شے میری موت کے بعد فلاں شخص کو دے دی جائے' صریح الفاظ ہیں۔ اسی طرح غیر صریح الفاظ بھی' جو ایک ہی مفہوم پر دلالت کریں' وصیت کو پورا کرنے کے لئے کافی ہیں۔ جیسے کوئی کہے کہ میں وصیت کرتا ہوں کہ میری فلاں جائداد میری موت کے بعد قرآنی تعلیمات کے فروغ کے لئے ہے۔ اس صورت میں قرائن سے اندازہ کیا جائے کہ قرآنی تعلیمات کے فروغ کے لئے موصی اپنی زندگی میں کیا اسلوب اختیار کرتا تھا جس کے بعد انہی طریقوں پر عمل کر کے اس کی جائداد کو قرآنی تعلیمات کے فروغ کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ وصیت کی دوسری صورت' وصیت بذریعہ تحریر ہے۔ یہ وصیت کسی عام انسان کی بھی ہو سکتی ہے اور گونگے فرد کی بھی' اور اس شخص کی بھی جو مرض الموت میں مبتلا ہو اور بول نہ سکے۔ اس وصیت کے نفاذ میں بھی کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ ہاتھ کے اشارے یا سر کی جنبش سے وصیت کی جائے یا کوئی ایسا ذریعہ اختیار کیا جائے جو اس سے مماثل ہو۔ علماء کے نزدیک عام انسان اس طرح وصیت کرے تو وہ نافذالعمل نہیں' البتہ گونگا یا کوئی مجبور شخص اس طریقے سے وصیت کرے تو بعض شرائط اور اختلاف کے ساتھ شرعاً" یہ وصیت قابل نفاذ ہے۔ تفصیل کے لئے کتب فقہ سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔

وصیت کے جائز ہونے کی شرطیں

مال سے متعلق وصیت کا جائز ہونا ضروری ہے۔ ناجائز' غیر معقول' بے مقصد اور شریعت کی تعلیمات سے ہٹی ہوئی وصیت قابل نفاذ نہیں ہے۔ وصیت کے جائز کے لئے دو شرطیں ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

ا۔ ورثا کے حصوں میں کمی بیشی نہ ہو

احکام وصیت کی تکمیل کے ساتھ ہی تمام شرعی ورثاء کے حصے خود بخود مقرر ہو گئے ہیں۔ ان میں کمی جائز ہے نہ اضافہ کرنا درست ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شرعی ورثاء کے حق میں وصیت باطل ہے۔ ایسی کسی بھی وصیت پر عمل کرنا شرعاً" درست نہیں ہے۔ رسول اللہ کا فرمان ہے۔

لا وصیۃ لوارث(۴)

وارث کے حق میں وصیت (جائز) نہیں

یہ صریح ہدایت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو وارث کے لئے وصیت کرنا درست ہے' اور نہ کی گئی ایسی کسی وصیت پر عمل جائز ہے۔ اسی طرح وہ وصیت بھی ناجائز ہے جو اللہ کی طرف سے مقرر کردہ ورثاء کے لئے باعث نقصان ہو' سورۃ نساء میں ورثاء کے حصے بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ حصے وصیت پوری کرنے کے بعد ادا ہوں گے اور وصیت کے لئے یہ شرط عائد کی گئی کہ وہ "غیر مضار" یعنی ورثاء کے لئے باعث ضرر نہ ہو۔

(فقہ المعاملات کا مطالعہ کرنا، فقہی معاملات پر غور کرنا اور فقہ المعاملات پر لکھنا وقت کی ضرورت ہے)

ھ۔ ایک تہائی سے زائد نہ ہو

وصیت کرتے وقت موصی اپنے مال کے ایک تہائی حصے ہی کے بارے میں وصیت کا مجاز ہے۔ اس سے زائد پر وصیت کرنا نہ درست ہے اور نہ قابل عمل۔ کیونکہ اس سے باقی ورثاء کو نقصان ہوتا ہے جو شرعاً درست نہیں۔ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ "میری ایک بیٹی تھی اور اللہ نے مال کثرت سے دیا تھا۔ میں نے رسول اللہ سے پوچھا کیا میں اپنے دو تہائی مال کا صدقہ کر دوں؟ آپ نے منع فرمایا۔ پھر میں نے آدھے مال کے بارے میں پوچھا۔ تب بھی آپ نے منع فرمایا۔ پھر میں نے ایک تہائی کے بارے میں پوچھا' تو آپ نے فرمایا۔ ہاں کر دو لیکن اس سے بھی کم ہو تو زیادہ اچھا ہے کیونکہ تمہارا اپنے وارثوں کو مال دار چھوڑنا بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ تم انہیں محتاج چھوڑو اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں(۳)۔

تہائی مال تک وصیت کرنے کی نسبتاً" واضح اجازت ایک دوسری حدیث میں دی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تصدق علیکم عند و فاتکم بثلث اموالکم زیادہ لکم فی اموالکم (۴)

اللہ تعالیٰ نے تمہاری وفات پر تمہارے مال کے ایک تہائی پر تم کو صدقہ کیا تاکہ تمہارے اعمال زیادہ ہوں (مراد یہ کہ خود تمہیں صدقہ کرنے کی اجازت دی)۔

دونوں احادیث کو ملا کر پڑھنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ورثاء کے محتاج ہونے کا اندیشہ ہو تو بہتر ہے کہ صدقہ کرنے کے لئے وصیت نہ کرے۔ بہت ضروری ہو تو ایک تہائی تک یا اس سے کم مال پر ہی وصیت کرے۔ ورثاء کی مفلسی کا خطرہ نہ ہو تو ایک تہائی مال وصیت کرنا جائز ہے' اس سے زائد جائز نہیں۔

وصیت پر عمل کی شرطیں

شرعی طور پر جائز اور مکمل وصیت پر عمل کے لئے بھی دو شرطیں ہیں۔ ان شرطوں کو پورا کئے بغیر ترکے کی تقسیم درست نہیں ہے۔ یہ دو شرطیں مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ موصی کے مرنے پر سب سے پہلے اس کے کفن دفن کا بندوبست کیا جاتا ہے۔ کفن دفن پر اٹھنے والے اخراجات میت کے ترکے سے حاصل کئے جاتے ہیں۔ مقامی رواج کے مطابق میت کی اولاد' والدین یا کوئی دوسرا عزیز یہ بار اٹھانا چاہے تو بھی جائز ہے اور بالعموم ایسا ہوتا بھی ہے لیکن یہ حسن اخلاق کا مظاہرہ ہے۔ شرعی طور پر میت کے کفن دفن کے تمام اخراجات اس کے اپنے ترکے سے ادا کرنے کے احکام ہیں۔

کفن دفن کے تمام اخراجات معقول ہونے چاہئیں۔ نہ تو تنگ دستی اور عسرت کا مظاہرہ کیا جائے اور نہ اسراف و تبذیر کا اظہار ہو۔ قرآنی اصطلاح "بالمعروف" یعنی معاشرے کے رسم و رواج کے مطابق یہ عمل مکمل کیا جائے۔ تکفین و تدفین کے بعض اخراجات' جو مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر میں رائج ہیں' ترکے سے منہا نہیں ہوتے۔

☆☆☆☆ گستاخ رسول کو سر کا خطاب قابل مذمت ہے ☆☆☆☆

کسی میت کے ورثاء میت کا سوئم' چالیسواں وغیرہ کرنا چاہیں تو اپنے طور پر کریں ترکہ پر اس کا بوجھ نہ ڈالیں کیونکہ شرعاً ان تقریبات کی کوئی اصل نہیں ہے۔ ان تقریبات کے انعقاد سے قرض خواہوں اور وارثوں کے حقوق متاثر ہوتے ہیں۔

۲۔ میت نے جو ترکہ چھوڑا ہو' کفن دفن کے بعد اس میں سے میت کے ذمہ واجب الادا قرضے' اگر ہوں تو' ادا کئے جائیں۔ قرضے ادا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ثابت شدہ' معلوم اور واقعی ہوں۔ محض کسی کا قرض کا دعویٰ کرنا کافی نہیں۔ تاوقتیکہ ثبوت اور قرائن سے ثابت نہ ہو جائے۔ قرض میں عورت کا وہ مہر بھی شامل ہے جو میت نے اپنی زندگی میں ادا نہ کیا ہو۔ مہر ادا کرنے کے بعد عورت کا شرعاً مقرر شدہ حصہ بھی اسے دیا جاتا ہے۔ کوئی عورت مہر لینے پر مصر نہ ہو یا معاف کر دے تو بھی جائز ہے۔ ترکے پر کوئی دوسرا بار (Encumbrance) جیسے کسی ادارے کا قرض ہو تو اس کا دور کرنا بھی لازمی ہے۔ لیکن یہ ممکن نہ ہو اور ورثاء اپنے نسبتی حصہ کے مطابق یہ بوجھ اٹھائیں' تو بھی جائز ہے۔

وصیت کے بارے میں بعض عمومی احکام

موصی وہی شخص ہو سکتا ہے جو بالغ' عاقل ہو' مرد عورت یا مسلم کافر کی کوئی قید نہیں۔ نابالغ بچے کی وصیت ناقابل تنفیذ ہے۔ اسی طرح مجنون کی وصیت بھی قابل عمل نہیں۔ جمہور علماء مدہوش کو بھی مجنون کے ساتھ شامل کرتے ہیں اور دونوں کے بارے میں ایک ہی حکم لگاتے ہیں۔ وصیت برضا و رغبت ہے۔ ہنسی مذاق میں کی گئی وصیت بے اصل ہوتی ہے۔ وہ وصیت بھی بے اصل ہے جو جبر و اکراہ کے تحت کی جائے۔ جس شخص کے حق میں وصیت کی جا رہی ہو وہ معلوم اور معین ہو۔ مجہول' بے پتا اور آئندہ مدتوں بعد پیدا ہونے والے کسی شخص کے حق میں وصیت کرنا درست نہیں ہے لیکن جنین' مجہول اور بے پتا نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کے حق میں وصیت کرنا درست ہے' بشرطیکہ وہ ورثاء میں سے نہ ہو۔

موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی جائے) ملک رکھنے کا اہل ہو کسی ایسے ذی روح کے لئے وصیت کرنا بے معنی ہے جو ملک نہ رکھ سکتا ہو۔ بعض معاشروں میں لوگ مرتے وقت اپنی جائداد اپنے عزیز پالتو جانوروں کے لئے وقف کر دیتے ہیں جو غلط ہے۔ عامۃ الناس کی بھلائی کے لئے وصیت کرنا تو درست ہے' اس کے علاوہ وصیت کرنے کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔

موصی لہ اگر موصی کو قتل کر دے تو وصیت کا وہ حصہ ساقط ہو جاتا ہے جو قاتل سے متعلق ہوتا ہے۔ کیونکہ حدیث میں آتا ہے "القاتل لایرث" (قاتل وارث نہیں ہو سکتا)۔ اگر موصی نے کسی ایسے شخص کے حق میں وصیت کی جو اسلامی ریاست سے محارب ملک میں رہتا ہو تو بھی وصیت کا یہ حصہ ناقابل نفاذ ہے۔

جس شے کے بارے میں وصیت کی جا رہی ہو اس کا مال ہونا ضروری ہے اور شرع میں اس کی کوئی قدر

(Value) ہو۔ نقدی' زیور' مویشی' مل' مکان' گاڑی' گھر کا اندوختہ' دوسروں کے ذمہ قرضے' یہ سب مال کی تعریف میں آتے ہیں۔ فقہ میں انہیں مال متقوم کہتے ہیں' یعنی وہ مال جس کی کوئی قیمت ہو۔ مال کی دوسری قسم مال غیر متقوم ہے' یعنی وہ مال جس کی قیمت نہ ہو' مثلاً شراب' آلات موسیقی' حرام جانوروں کا گوشت اور ان کے جسم کے تمام حصے اور جوئے کے عمل میں استعمال ہونے والے آلات' یہ سب بے قیمت اشیا ہیں' شرع میں ان کی کوئی قدر نہیں۔ لہذا ان اشیاء کے بارے میں وصیت کرنا درست نہیں ہے۔

مال متقوم قابل تملیک ہو' قابل تملیک سے مراد یہ ہے کہ مال کسی کے قبضہ میں آنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ کسی بڑی جھیل سے مچھلیاں پکڑنے کے حقوق یقیناً" قابل تملیک ہیں اور ان کے بارے میں وصیت کرنا درست ہے۔ لیکن آئندہ کبھی پکڑی جانے والی مچھلیوں کے خیالی حصے بخرے کر کے وصیت کرنا درست نہیں ہے۔ اسی طرح کسی کتاب کے حقوق اشاعت تو قابل انتقال ہیں' لیکن دارا لکفر میں چھوڑی ہوئی اس جائداو کے بارے میں وصیت درست نہیں جس پر وہاں کے لوگوں نے قبضہ کر رکھا ہو۔ وہ وصیت بھی درست نہیں جو دوسرے کے قبضے میں مال کے بارے میں ہو۔ وصیت شرعی معاملات سے متعلق ہو۔ کوئی شخص یہ وصیت کرے کہ اس کی قبر پر ایک خاص مدت تک قرآن خوانی کرائی جائے' اور اس کی اجرت اس کے ترکے سے دی جائے' غلط ہے۔ قرآن خوانی یقیناً جائز ہے لیکن اس کی اجرت شرعاً" ناجائز ہے لہذا یہ وصیت ناقابل عمل ہے۔ اسی طرح اپنی قبر کو مقبرہ میں تبدیل کرنے کے لئے وصیت کرنا' غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے کچھ وقف کرنا' سب غیر شرعی کام ہیں جن پر عمل کرنا شرعاً" درست نہیں ہے۔

موصی کو یہ حق بھی ہے کہ اپنی وصیت پر عمل درآمد کرنے کی غرض سے کسی وصی (Executor) کا تقرر کرے جو بالغ' عاقل اور امین ہو۔ اگر وصی مقرر نہ کیا گیا ہو لیکن عملاً ایسا کرنا ناگزیر ہو جائے تو عدالت کو وصی مقرر کرنے کا اختیار ہے۔ وصی کوئی بھی ہو سکتا ہے تاہم رشتہ دار ہو تو بہتر ہے۔ موصی کی زندگی میں وصی کو حق ہے کہ یہ منصب نہ قبول کرے لیکن قبول کر کے موصی کی موت کے بعد بلاعذر اس سے رجوع کرنے کا حق نہیں رہتا۔ ترکہ میں خیانت کے مرتکب وصی کو معزول کیا جا سکتا ہے۔ وصی' میت کے نابالغ ورثاء کے حصے سے تجارت شروع کر سکتا ہے۔ وصی کو ترکے پر مختلف النوع اختیارات حاصل ہوتے ہیں جن کا بیان بہت مفصل ہے۔ تفصیل کے لئے کتب فقہ سے رجوع کیجئے۔

مزید مطالعہ کے لئے

اس باب میں اسلام کے عائلی نظام زندگی کے دو اہم گوشوں پر مختصراً روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تفصیل کے لئے مندرجہ ذیل کتب سے رجوع کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ مجموعہ قوانین اسلام' جلد چہارم (قانون وصیت)' ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن' اسلام آباد

۲۔ مجموعہ قوانین اسلام' جلد پنجم (قانون وراثت)' ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن' اسلام آباد

۳۔ مفید الوارثین' مولانا سید اصغر حسین' لاہور
۴۔ تقسیم میراث' سید شوکت علی' لاہور
۵۔ احکام اسلام عقل کی نظر میں' مولانا اشرف علی تھانوی' کراچی
۶۔ شرائع الاسلام' محقق الحلی

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں وصیت اور میراث کے احکام پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ ترمذی: باب تعلیم الفرائض
۲۔ ابن ماجہ: کتاب الفرائض
۳۔ ترمذی: باب الفرائض
۴۔ بخاری: کتاب الفرائض
۵۔ سرخسی: کتاب المبسوط' ج ۳' ص ۳۷
۶۔ اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن
۷۔ ابن عابدین، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج ۸، ص ۱۰۳
۸۔ نووی: مغنی المحتاج' ج ۳' ص ۳۹
۹۔ زحیلی: الفقہ الاسلامی وادلتہ' ج ۸' ص ۸
۱۰۔ بخاری: کتاب الوصایا
۱۱۔ ابن عابدین: رد المحتار' ج ۵' ص ۴۵۸
۱۲۔ ابن ماجہ: السنن' کتاب الوصایا' باب لا وصیہ لوارث
۱۳۔ ابن ماجہ: باب الوصیہ بالثلث' حوالہ ایضاً
۱۴۔ ابن ماجہ: حوالہ ایضاً

مصادر و مراجع

۱۔ ابن عابدین: محمد امین (۱۲۵۲ھ) "رد المحتار علی د رالمختار" کوئٹہ' مکتبہ ماجدیہ' جلد ۵' ۸' ۳۰۳
۲۔ ابن عابدین: محمد امین (۱۲۵۲ھ) "البحر الرائق شرح کنز الدقائق" کوئٹہ' المکتبۃ الماجدیہ
۳۔ ابن ماجہ: ابو عبداللہ محمد بن یزید (۲۷۵ھ) "السنن" استنبول' دار الدعوۃ' ۱۴۰۱ھ
۴۔ اصفہانی: ابی القاسم الحسین بن محمد المعروف بالراغب الاصفہانی (۵۰۲ھ) "المفردات فی غریب القرآن" ایران' المکتبۃ المرتضویہ

۵۔ بخاری، محمد بن اسماعیل بن ابراہیم (م ۲۵۶ھ) الجامع الصحیح، استنبول، دار الطباعۃ العامرۃ

۶۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سورۃ، (م ۲۷۹ھ)

۷۔ زحیلی، وھبہ، ڈاکٹر، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دمشق دار الفکر، ۱۹۷۹ء جار ہشتم

۸۔ سرخسی: محمد بن احمد (۴۹۰ھ) "کتاب المبسوط" مصر' مطبعۃ السعادۃ' ۱۳۲۴ھ' جلد ششم

۹۔ نودی: ابو زکریا یحییٰ بن شرف الدین (۶۷۶ھ) "مغنی المحتاج" بیروت' داراحیاء التراث العربی' جلد سوم

فقہ المعاملات پر لکھنے کی دعوت

ہم جملہ اہلِ قلم کو فقہ المعاملات پر تحقیقی مقالات لکھنے کی دعوت دیتے ہیں اور مجلّہ فقہ اسلامی کے صفحات جدید فقہی مسائل ومعاملات پر لکھے جانے والے تحقیقی مقالات ومضامین کے لئے پیش کرتے ہیں۔

نیز مقالہ نگار حضرات کے لئے مجلّہ فقہ اسلامی کی ایک سال کی اعزازی ممبر شپ پیش کرتے ہیں۔

(مجلسِ ادارت مجلّہ فقہ اسلامی کراچی)

علامہ عبدالرحمٰن ابن الجوزی کی

عیون الحکایات

کا اردو ترجمہ شائع ہوگیا۔

ناشر: مجلس المدینۃ العلمیۃ پرانی سبزی منڈی۔ مین یونیورسٹی روڈ۔ کراچی